یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

حدیقۂ نعت

یعنی

تضمین نظم دل افروز مصنفہ طوطی چمنستان نعت سید الکونین عندلیب گلستان
مدح رسول الثقلین سحبان زمان حسان دوران مولوی محمد محسن صاحب محسن کاکوروی

از

منشی محمد یوسف حسن صاحب طپش مارہروی

بہ قدردانی

عالیجناب بریگیڈیر جنرل نواب احسن الملک حافظ حاجی محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر
سی ایس آئی سپہ سالار افواج ریاست و مشیر المہام ملٹری ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ بھوپال

بہ جناب مستغنی عن الالقاب

جوانِ جوان بخت روشن ضمیر
بہ دولت جواں و بہ تدبیر پیر
بہ دانش بزرگ و بہ ہمت بلند
بہ بازو دلیر و بدل ہوشمند

محسن الملک جنرل حاجی حافظ نواب محمد عبید اللہ خانصاحب
بہادر بالقابہ متع المسلمین بطول حیاتہ

دعا گوے دولت و اقبال
طپش - دلریش

مقدمہ

"اثر خامہ"

(جناب مولوی محمد مہدی صاحب اسسٹنٹ مہتمم دفتر تاریخ بھوپال)

دور گذشتہ میں قابل عظمت شاعر

اُردو شاعری کے دور گذشتہ میں، داغ، جلال، امیر، حالی، اور محسن کاکوروی آسمان سخنوری کے چاند تارے تھے۔ انہیں پنج ارکان کے مشاق اور صنعت کار ہاتھوں پر اُردو شاعری کی شاندار عمارت قائم تھی اور ہندوستان کی دنیائے سخن انہیں درخشاں ہستیوں کی روشنی سے منور تھی۔ ان میں یوں تو ہر صاحب کمال کو اپنی خصوصیات شاعرانہ کی بنا پر عزت اور امتیاز حاصل تھا لیکن دو مرببان شاعری کے سر پر امتیاز خاص کا تاج تھا ایک حالی دوسرے محسن، حالی مرحوم نے اُردو شاعری کی ایک عظیم اصلاح کی۔ اس کے تمام قابل اعتراض اور بدنما حصے نکال کر پاک و صاف بنایا اور اخلاقی شاعری کی بنیاد ڈالی محسن علیہ الرحمتہ نے نعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نئی ذہن

اور نیا آسمان پیدا کر دیا اگرچہ آپ کا کلام بازاروں اور شہر کے گلی کوچوں میں نہیں آیا
نہ آنا چاہئے تھا، لیکن اہل نظر نے عزّت کے ہاتھوں پر لیا اور حسن عقیدت کی آنکھوں پر
رکھا اور اسی کلام نے ہر مسلمان کے دل میں مصنف کی حقیقی عزّت اور عظمت قائم کی
یہ ایسی عزّت و عظمت تھی جس میں مذہبی عقیدت کا عنصر بھی شامل تھا اور یہ وہ مرتبہ ہے
جو کسی عجمی شاعر کو آج تک نصیب نہیں ہوا۔

دنیاوی عزّت و وقار

مولوی محمد محسن صاحب مرحوم کو اگرچہ وجاہت ظاہری کا حصہ زیادہ نہ ملا تھا
لیکن وہ وجاہت معنوی کی دولت سے مالامال تھے۔ مین پوری میں جہاں وہ وکالت
کرتے تھے ادنیٰ و اعلیٰ ہر شخص ان کی کمال عزّت کرتا تھا اور ہر طبقہ کے لوگوں پر ان کا
بہت بڑا اثر و اقتدار تھا حتیٰ کہ ضلع کے حکام اور افسر بھی ان کے دائرہ اثر میں تھے
مختلف پیشہ ور برادریوں کے لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ان کو اپنا امام اور پیشوا
سمجھتے تھے اور اپنے تنازعات انہیں کے سامنے تصفیہ کے لئے پیش کرتے تھے
پھر مولوی محسن صاحب جو کچھ فرما دیتے تھے وہ آسمانی وحی سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ
کنجڑوں میں تاڑی پینے پر جھگڑا ہوا۔ جو لوگ پیتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ ایک درخت کا
عرق ہے شراب تھوڑی ہے جس کا پینا حرام ہو۔ جو نہیں پیتے تھے وہ کہتے تھے کہ اس میں
بھی نشہ ہوتا ہے اس لئے نہیں پینا چاہئے۔ اس بحث نے اس قدر طول کھینچا کہ فساد
تک نوبت پہنچ گئی۔ تاڑی پینے والے یہ کہتے تھے کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے جو کچھ

مولوی صاحب کہہ دیں گے وہی مانیں گے آخر سب لوگ مولوی محمد محسن صاحب کے مکان پر آئے اور دریافت کیا کہ تاڑی پینا حرام ہے یا نہیں یہ لوگ اُس وقت خوب نشے میں تھے مولوی محمد محسن صاحب نے بلا غور و فکر کئے کہدیا کہ کون کہتا ہے حرام ہے جاؤ پیو۔ اس فیصلے پر کنجڑوں کا تاڑی پینے والا گروہ اپنی فتحمندی پر نعرے لگاتا ہوا چلا گیا۔ رات کو مولوی محمد محسن صاحب نے پھر سب کو بلایا اس وقت وہ لوگ ہوش و حواس میں تھے اس لئے ان کو بٹھا کر سمجھا دیا کہ تاڑی پینا جائز نہیں ہے اور بہت بُری چیز ہے وغیرہ وغیرہ سب لوگ سمعنا واطعنا کہتے ہوئے چلے گئے اور مولوی محمد محسن صاحب کے مختصر وعظ نے ان کو آبائی رسم سے ہمیشہ کیلئے تائب کرا دیا۔

قابلیت و پاکیزگی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ

مولوی محسن صاحب مرحوم نے اپنے دست و بازو سے بہت کچھ پیدا کیا اور وہ بہت بڑی جائداد کے مالک تھے لیکن یہ اثر و اقتدار ان کا محض آسودہ حالی کی وجہ سے نہ تھا سرداری کا مرتبہ، فہم و فراست، ذاتی اور علمی قابلیت، اور سب سے بڑھکر اعلیٰ اخلاق سے ملا کرتا ہے مولوی محسن صاحب مرحوم ان خوبیوں کے پیکر مجسم تھے ان کی علمی فضیلت کے ان کے قصائد اور مثنویاں شاہد عادل ہیں۔ قانون میں ان کو جو عبور حاصل تھا اور جو نکات اور باریکیاں ان کو سوجھ جاتی تھیں وہ ایک مشہور واقعہ ہے، وہ اپنے فریق مقابل کی طولانی تقریر کے جواب میں صرف دو لفظ زبان سے کہدیا کرتے تھے یا کاغذ پر لکھکر

عدالت میں پیش کردیتے تھے عموماً وہی لفظ طول طویل تقریر وں پر بھاری ہوا کرتے تھے
انکی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کے لیئے چند صفحات کافی نہیں وہ اپنے مزاق و عادات مین
بزرگان دین کا نمونہ تھے شریعت کے نہایت پابند تھے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ
تہجد و چاشت و اشراق وغیرہ کی نماز بھی کبھی ناغہ نہیں ہوتی تھی۔ باوجود پیشہ وکالت کے
اِن کے حسن معاملت دیانت داری اور راست بازی کا جواب نہ تھا۔ مزاج نہایت
صفائی اور نفاست پسند تھا جس کمرہ مین اِن کی نشست و برخاست رہتی تھی وہ اسقدر
صاف ستھرا رہتا تھا کہ ایک پرکاہ بھی نظر نہیں آسکتا تھا۔ خدام کو بھی یہی ہدایت تھی۔
کہ نہایت پاک و صاف لباس میں ملبوس رہا کریں جس وقت وہ نشست کے کمرہ میں
موجود ہوتے تھے۔ اُس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ ذرا بھی بلند آواز سے بات کرسکے
شور و شغب کا کیا ذکر ہے۔ مسند تکیہ لگا کر بیٹھے رہتے تھے اور ایک چھوٹی سی گھنٹی
پاس رکھی رہتی تھی جس وقت کوئی کام ہو گھنٹی بجادی فوراً خادم نہایت ادب کے ساتھ
آکر کھڑا ہو گیا۔ مولوی محسن صاحب کو جو حکم دینا ہوا وہ بلا نظر ملائے دیدیا خادم نے اسی
وقت تعمیل کردی۔

شان استغنا کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی کسی رئیس کے آگے دست سوال دراز
نہین کیا اِن کے ایک مشہور ہم عصر نے جو اِن کے گہرے دوست تھے بارہا خطوط کے
ذریعہ اور زبانی ترغیب و تحریص دی کہ ریاستوں میں جاکر قصیدہ گوئی سے دولت
پیدا کرین لیکن اُنہوں نے صاف انکار کردیا کہ مجھ سے یہ بیہودگی نہین ہوسکتی سوا نعت
خیر المرسلین صلعم کے اُنہوں نے کسی دنیادار رئیس کی شان میں مدح کا ایک شعر بھی

نہیں کہا اِن کی زندگی اِس ننگ سے پاک رہی کہ کسی والیٔ ملک کے دربار میں جا کر قصیدہ پڑھا ہو یا مدح لکھی ہو۔ اِن کی یہی دعا تھی کہ دربارِ رسالت کے سوا کسی دنیادار کی آستانہ کی جبین سائی کا داغ دامن استغنا پر نہ آئے جیسا وہ ایک شعر میں فرماتے ہیں

اِسی در کی گدائی سدّ اسکندر ہو ہمّت کو
نہ جاؤں میں کبھی دربار کسریٰ میں نہ قیصر میں

خدا نے اِن کی یہ آرزو پوری کی۔

آداب و اہتمام نعت گوئی

مولوی محمد محسن صاحب کا پیشہ شاعری نہ تھا اِسی لئے وہ اپنے دیگر ہم عصروں کی طرح شعر شاعری میں مشغول نہ رہتے تھے نہ اُنھوں نے شاعری میں کسی کے آگے زانوے شاگردی تہ کیا نہ کسی سے اصلاح لی لیکن طبیعت میں جوہر شاعر خداداد تھا اِس کا ظہور ہونا ضروری تھا کبھی فکر شعر کر لیا کرتے تھے برسیں گذر جاتی تھیں لیکن ایک شعر بھی موزوں نہیں کرتے تھے کبھی کہتے بھی تھے تو وہ نعت میں ابتدا میں کچھ عاشقانہ غزلیں کہی تھیں اور فغان محسن مثنوی کہی تھی ورنہ اُنھوں نے نعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اِس سے اِن کا مقصد شہرت نہ تھا بلکہ محض بہ نیت ثواب و عبادت جیسا وہ ایک خط میں تحریر کرتے ہیں جو علی احسن صاحب احسن صاحب کو لکھا تھا۔

"میں نے ساری عمر نہ کسی کو استاد کیا نہ کسی کی زبان کا پابند ہوا نہ ایسی شاعری کا قصد کیا کہ اس کی حاجت ہوتی کبھی کبھی دو چار شعر نعت کے لکھے بقصد عبادت"

جب کبھی شعر کہنے پر طبیعت مائل ہوئی تو کاغذ قلم دوات لیکر بیٹھ جاتے لیکن عام لوگوں کی طرح معمولی طریقہ سے نہیں بلکہ بڑے اہتمام اور آداب سے فکر شعر میں مصروف ہوتے تھے اگر کی بتیاں جلائی جاتیں اور دوسری خوشبویوں سے کمرہ مہکتا ہوتا اور باوضو مصلے پر بیٹھ کر نعتیہ اشعار نظم فرماتے تھے۔ جب یہ اہتمام و آداب ملحوظ رکھے جائیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جوش عقیدت سے سینہ لبریز ہو تو کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ فیض روح القدس کی امداد ان شامل ہوتی گی۔

زمینِ شعر پر اعلیٰ مضامین عرش اعظم سے
چلے آتے ہیں شوق مصرف نعت پیمبر میں

ان کے کلام کی بے مثالی اور حسن قبول کا راز اسی بات میں مضمر ہے۔

محسن مرحوم کا مرتبۂ شاعری

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مناجات نظامی پر۔ بعثت حالی پر۔ نعت سعدی پر ختم ہو گئی لیکن میدان سخن بہت وسیع ہے اور شاعری ایک ایسی زمین ہے کہ جو شخص محنت کرتا ہے تو خدا اُسے کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے۔ ہاں جو خوش قسمت ہوتے ہیں اور تائید آسمانی جن کی معاون ہوتی ہے ان کو اتنا ملتا ہے کہ دوسرے رشک کرتے ہیں۔ محسن مرحوم انہیں خوش قسمت شاعروں میں تھے۔

اپنے بزرگان دین کی مدح وستائش ہر قوم کی شاعری کا جزو رہا ہے مسلمانوں میں نعت کا آغاز خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے ہو گیا تھا جس کی

ابتدا ایک خاص شان کے ساتھ حضرت کعب بن زہیر سے ہوئی۔ اس کے بعد عرب اور عجم کے شعرا نے اِس صنف مبارک میں خوب طبع آزمائیاں کیں لیکن بے مثالی کے آسمان پر جو آفتاب بن کر چمکا وہ محسن کاکوروی تھے۔ آئندہ کوئی ایسا خوش قسمت پیدا ہوگا، یا نہیں؟ خدا کے علم میں ہے۔ محسن مرحوم کے نعتیہ کلام نے ایسے ارفع اور اعلیٰ مقام پر جگہہ پائی ہے جو اور کسی کے کلام کو نصیب نہ ہوا۔ شہیدی کا قصیدہ بہت مشہور ہے اور مجالس میلاد و قوالی میں اکثر پڑھا جاتا ہے اور اِس میں شک نہیں کہ شہیدی نے وہ قصیدہ دلی عقیدت سے لکھا ہے۔ لیکن شاعری میں محض دلی عقیدت کام نہیں دیتی اِس کے لئے جوہر خداداد لازمی چیز ہے۔ اِسی چیز کی شہیدی میں کمی تھی اور یہی چیز محسن مرحوم کو کمال کے درجہ پر عطا کی گئی تھی یہی وجہ ہے کہ شہیدی کے قصیدہ کو محسن مرحوم کے قصیدہ سے جو اسی زمین اور انہیں ردیف و قوافی میں لکھا گیا ہے۔ وہ نسبت ہے۔ جو چراغ کو سورج سے ہے۔ اِسی کلام کی بلند پاگی نے محسن مرحوم کو معزز و ممتاز بنا دیا تھا اور ان کے ہم عصر استادوں کے دل میں ان کا احترام پیدا کر دیا تھا۔ منشی امیر احمد صاحب مینائی نے ابجد والے قصیدہ ابیات نعت کی تضمیں کی ہے اور اپنا زور قابلیت صرف کر دیا ہے۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے سے بلند مرتبہ شاعر کے کلام کی تضمین کی جاتی ہے۔

محسن مرحوم کے نعتیہ کلام کی خصوصیات

ہر شخص ایک کام کے لئے بنایا گیا ہے اور بعض کاموں کی قدرتی طور پر تقسیم

اور تقسیم کر دی گئی ہے۔ اِن میں ایک شاعری بھی ہے ہر شاعر کو اصناف سخن میں سے ایک صنف سے خاص مناسبت ہوتی ہے کسی کو غزل سے کسی کو قصیدے سے وقس علیٰ ہذا اسی طرح کوئی ایک یا دو مضامین ہر شاعر کے حصہ میں آتے ہیں۔ انہیں مضامین میں شاعر کی طبیعت خوب لڑتی ہے۔ کسی کو رشک کسی کو معاملات کسی کو اثرات عشق وغیرہ ملتے ہیں اور اِس مضمون کے اشعار میں خاص امتیاز اور کیفیت ہوتی ہے محسن مرحوم کو قسام ازل نے مضمون نعت مرحمت فرمایا تھا انھوں نے ایک شعر میں خود یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ۔

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسن
کلام نعتیہ کما مری زباں کے لئے

یہ محض شاعری نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے یہی سبب ہے کہ محسن مرحوم کا نعتیہ کلام تمام شعرار کے نعتیہ کلام سے علانیہ ممتاز ہے اردو میں ادنیٰ و اعلیٰ اکثر شاعروں نے نعتیہ غزلیں اور قصیدے نظم کئے ہیں لیکن اِن کی اشعار میں وہ کیفیت نہیں ہے جو محسن مرحوم کے اشعار میں ہے۔

جو لوگ نعت میں غزلیں وغیرہ کہتے ہیں ان کو ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ واقعیت کے دائرہ سے باہر نہیں جا سکتے اور مبالغہ میں بھی حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کے علاوہ عاشقانہ غزلوں میں جو آزادی ہوتی ہے کہ جو مضمون خیال میں آیا وہ باندھ دیا ایک شعر میں معشوق کے ایسے احسان کا ذکر ہے جس کا بدلہ نہیں ہو سکتا دوسرے شعر میں اِس بات کا اظہار کیا گیا ہے

معشوق نے ساری عمر کبھی ہنس کر بات بھی نہیں کی نعت میں یہ آزادی نہیں اس لئے شاعر کو
پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے اور عموماً آورد و تصنع ہوتا ہے اسی سبب سے سماع کی
مجلسوں میں جو نعتیہ غزلیں گائی جاتی ہیں وہ ہر مسلمان کو ادب اور حسن عقیدت
سے سُن لینے پر مجبور کرتی ہے لیکن ان غزلوں میں وہ لطف نہیں آتا جو عشقیہ غزلوں میں
آتا ہے بعض ممتاز شاعروں نے نعت میں دیوان مرتب کئے ہیں اور اپنا پورا کمال
شاعری صرف کر دیا ہے لیکن وہ اشعار میں کیفیت شاعرانہ پیدا نہ کر سکے نہ ان کے
مضامین میں کوئی جدت اور تازگی ہے یہ حسن خداداد محسن مرحوم کے کلام میں ہے
کہ آورد اور تصنع کا شائبہ تک نہیں اور باوجودیکہ وہ احادیث صحیحہ کا التزام رکھتے تھے
اور واقعیت کی حد سے بال برابر بھی آگے نہیں بڑھتے تھے اس پر بھی ان کے اشعار
میں لطافت شاعرانہ اور حلاوت و دلکشی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے اسی کے
ساتھ اُنہوں نے اپنی ایجاد خیز طبیعت سے نعت میں وہ تازگی اور جدت پیدا کی ہے
کہ ایک نیا عالم نظر آتا ہے ان کا کلام پڑھنے سے دل میں ایک حقیقی لطف و سرور پیدا
ہوتا ہے۔ ان کے قصائد مدیح خیر المرسلین اور ابیات نعت کا تو جواب
نہیں ہے ان میں تازگی مضامین اور جدّت خیالات کے اس قدر انبار ہیں
کہ پڑھنے والا محو حیرت ہو جاتا ہے۔ بادل والا قصیدہ خصوصاً اس کی تشبیب اردو زبان کی
سرمایۂ ناز چیزوں میں سے ایک ممتاز چیز ہے۔ افسوس ہے کہ محسن مرحوم نے
نعتیہ غزلوں کی طرف توجہ نہیں کی ورنہ اس وقت صوفی اور صوفی مذاق لوگوں کیلئے
ایک بہترین ذخیرہ روح افزا ہوتا۔

نظم دل افروز

شاید یہ سب سے آخری قصیدہ ہے۔ اِس میں نہ تشبیب ہے نہ مسلسل مضمون ہے اس بنا پر غزل نام رکھہ لیا جاے اور اس حیثیت سے کہ ۷۶ اشعار ہیں قصیدہ کہہ لیجئے اور حقیقتاً قصیدہ ہی ہے گو یہ نظم محسن مرحوم کے دوسرے مشہور قصائد کی ہم پایہ نہو تاہم باعتبار لطف بیان بلند خیالی اور جدّت و تازگی مضامین دوسرے قصائد سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ دیکھئے کیا خوب کہا ہے۔

ہے منزل اک مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں
یہ مہماں عزیز اُترا ہے کس اُجڑے ہوئے گھر میں

عوض میں غمزہ کے دنیا کرشمہ کے عوض عقبے
لگا ہے ٹھیک اب کے نرخ نامہ یار کے در میں

بھری ہے شوکتِ شاہنشہی اللہ اکبر میں
اذاں کی گونج نوبت بج رہی ہے ہفت کشور میں

شجاعت کا سلح خانہ نہاں ہے چین ابرو میں
سخاوت کا خزانہ ہر نگاہ بندہ پرور میں

میان بدر شمشیر ہلالی اس قدر چمکی
کہ اب تک چاندنی پھیلی ہوئی ہے ہفت کشور میں

جوان ہاشمی کس شان سے بالای عرش آیا
کہ آئی ہفت پشتِ آسمانِ پیر حسؑ پیکر میں

نرسے انوار کا پرتو مہ کنعاں کے نقشے میں
تن بے سایہ کی تصویر عکسی مہر خاور میں

اِسی قسم کے بلند اور دلپذیر اشعار کی وجہ سے اس قصیدے نے بھی حسن قبول کے تخت شاہی پر جگہ پائی۔ شعرائے ہم قصیدہ کی نہتائی داد کی تندر اِس طرح پیش کی کہ تضمین کے نقش و نگار سے آراستہ کیا۔

سب سے پہلی تضمین سید طاہر علی صاحب طاہر فرخ آبادی کی حلیہ طبع سے

آراستہ ہو کر شائع ہوئی دوسرے رسا مرحوم شاگرد داغ مبرور نے لکھی اِس کے بعد کئی شعرا میں پوری اور رام پورنے تضمین لکھیں اسی طرح مارہرہ کے چار خوش فکر شعرا نے بھی یہ شرف حاصل کیا یعنی علی احسن صاحب احسن سید مخدوم عالم صاحب اثر سید امیر حسن صاحب دلگیر اور

یوسف حسن صاحب طپش مارہروی

زبان پہ بارِ خدایا کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

یہاں طپش صاحب کی شخصیت کے متعلق کچھ الفاظ لکھے بغیر قلم آگے نہیں بڑھ سکتا اگرچہ چند الفاظ میں آپ کے کمالات کی تصویر کا خاکہ بھی تیار نہیں ہو سکتا تاہم دستہ گل از چمنے، آپ کی کچھ خصوصیات حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔ ہر شخص کو جو تھوڑا سا بھی ادبی مذاق رکھتا ہے سب سے پہلے آپ کی جو صفت اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے وہ لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور خوش بیانی ہے میں نے اپنی عمر میں دو شخصوں کو دیکھا جن کی باتیں سننے سے دل سیر نہیں ہوتا ایک آغا کمال الدین سنجر دوسرے حضرت طپش اپنے اور اساتذہ فارسی و ہندوستان کے اشعار زیادہ تر ہم ردیف وقافیہ اس قدر آپ کی نوک زبان پر ہیں کہ صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائیگی لیکن ذخیرہ ختم نہ ہوگا اور اس بات میں مبالغہ نہیں ہے کہ اگر شعر خوانی کا سلسلہ ایک سال تک رہے تو بھی بحر سخن میں کمی نہ ہو گی اسی طرح لطائف و ظرائف کا ایک دریا آپ کے سینے میں بھرا ہوا ہے آپ کا طرز شعر خوانی اس قدر دلپسند ہے

کہ شعر سے زیادہ آپ کے پڑھنے میں لطف آتا ہے۔ شبلی مرحوم کہا کرتے تھے کہ شعر کو سب سے اچھا پڑھنے والا میں نے اپنی مدت العمر مین ایک تو مسز سروجنی نائڈو کو دیکھا دوسرے یوسف حسن طپش کو اس تعریف میں کوئی مبالغہ نہین یہ ایک حقیقت ہے کہ طپش صاحب ہی کو سنکر معلوم ہوتا ہے کہ شعر کس طرح پڑھا جاتا ہے۔ یا کس طرح پڑھنا چاہئے۔ مولوی محسن صاحب مرحوم نے بہی اپنے ایک گرامی نامہ مین طپش صاحب کو لکھا تھا کہ۔

"تمہارے مرثیہ پڑھنے کی طرز مجھے ازبس پسند آئی"

ہندوستان کے نامی ذاکرین سے معرکے رہے لیکن ہر موقع پر میدان آپ ہی کے ہاتھ رہا۔ شاعری ملکہ خداداد ہے۔ اور مبدء فیاض نے آپ کو نہایت صحیح مذاق سخن سنجی ودیعت فرمایا ہے۔ اِس فن میں آپ کے اقران و اماثل میں کوئی ہمسر نہیں۔ شعر گوئی کے نکات اور باریکیوں میں مہارت الفاظ و معنی کی پستی و بلندی کا امتیاز کامل بلندی فکر و تلاش مضمون اور حسن ترکیب آپ کی بے حد قابل تحسین خصوصیات ہین اِن خوبیون کے ساتھ چونکہ آپ ایک فطرتی شاعر ہیں اِس لئے آپ کے اشعار میں وہ کیفیت موجود ہے جس سے دل کو حقیقی خوش گواری اور لطف حاصل ہوتا ہے یہاں نمونتہً چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن سے آپ کے مرتبہ شاعری کا اندازہ ہوسکے گا۔

خدا جانے غضب ڈہائین گی وہ بابوسیاں کیا کیا ۔۔۔ جو امیدون سے پہلے آئی ہیں امیدوارون میں
دعا کو ہاتھ اُٹھے دیکھ کر میری یہ گھبرائے ۔۔۔ کہ سب سے پوچھتے پہرتے ہیں تاثیر دعا کیا ہے

نظر کی ناتوانی یہ کہ اُٹھنا تک اسے دوبھر — مریضِ غم کو یہ حسرت کہ کچھ کہدے اشارہ میں

ہم امتحان ترا کرچکے ہیں خوب اے موت — پڑے جو وقت کسی پر کبھی نہ تو آئے

مولانا شبلی مرحوم جیسے سخن فہم آپ کے اشعار سے بہت لطف اندوز ہوا کرتے تھے اور آپ کے بعض اشعار پر نہایت جوش سے داد دی تھی اِن میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ہم ہی پوچھتے پھرتے ہیں زمانہ بھر سے — جن کی تقدیر بگڑ جاتی ہے کیا کرتے ہیں

تیرے گھر آنے سے اے صیّاد کیا عزّت ملی — دل میں رکھتے ہیں ہمیشہ مرغ بستانی مجھے

نہ دیکھا مرگ کا خواہاں کسی کو پیری میں — غضب ہے موت کی حسرت مجھے شباب میں ہے

دل ہی تم۔ تم سے دل سوا نازک — سب سے نازک معاملہ دل کا

پتے کی کہتا ہوں جو بےخودی میں کہتا ہوں — اب آئی عقل ٹھکانے حواس جانے سے

ہزار دل نقشِ کفِ پائے غیر دیکھے ہیں — ہمارے سجدوں کے قابل تری گلی نہ رہی

ہزار بار یہ دیکھا کہ اُن کے چہرہ سے — نظر جو ہٹ گئی آنکھوں میں روشنی نہ رہی

سجے ہیں میکدے دھوم مچی ہیں بادہ خواروں میں — شکستِ توبہ کی تقریب ہے پرہیزگاروں میں

اِدھر سنسان صحرائے غم میں اک بیکس کی میّت کی — اُدھر شامِ غریبی بال کھولے سوگواروں میں

آپ کی قابلیت ذاتی اور جوہر صفاتی کے ثبوت میں مولوی محسن مرحوم کا ایک جملہ کافی ہوگا ممدوح نے علی احسن صاحب احسن کو ایک خط میں آپ کے متعلق لکھا تھا کہ۔

"اِس لڑکے کی لیاقت میں ذہنی پائی جو مرزا دبیر انیس میں پاتی تھی"

لیکن ذ جیہ ایک سال تک ...س دل آویز خصوصیات کی وجہ سے مولوی محسن صاحب مرحوم کو طبیق صاحب ایک د...

نہایت درجہ محبت و شفقت تھی اور آپ کی شاعرانہ نکتہ سنجیوں کی بے حد قدر فرماتے تھے اور آپ کو بھی مولوی صاحب ممدوح سے کمال درجہ عقیدت تھی ایسی صورت میں غیر ممکن تھا کہ نظم "دل افروز" کی شرف تضمین سے طپش صاحب محروم رہتے۔

سب سے مشکل صنف

میں شاعر نہیں لیکن قیاس کہتا ہے کہ تمام اصناف شاعری میں تضمین سے زیادہ کوئی صنف مشکل نہیں کیونکہ تضمین کرنے والے کو اصلی شاعر کے مکمل شعر کو نامکمل مفصل کو مجمل اور شرح کو مبہم فرض کر لینا پڑتا ہے۔ پھر ایسے مصرعے بہم پہونچانا پڑتے ہیں جو اصل شعر سے دست و گریبان ہوں اور جو اصل شعر کو مبہم مجمل وغیرہ فرض کیا تھا اس کا ثبوت ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس میں ایک ماہر اور مشاق شاعر کا بھی کامیاب ہونا آسان نہیں ہے طپش صاحب نے جیسی تضمین کی ہے وہ اُن کی حسن قابلیت اور کمال فن کا مزید ثبوت ہے اور ہر شخص کو آپ کی تضمین پڑھ کر اعتراف کرنا پڑے گا کہ آپ کو بہت بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

اِس سے پہلے اس قصیدہ (نظم دل افروز) کی جس قدر تضمینیں کی گئی ہیں ہمارا فرض تھا کہ طپش صاحب کی تضمین سے سب کا مقابلہ کرتے اور رسم کے مطابق آپ ہی کی تضمین کو ترجیح دیتے لیکن اول تو ہمارے پاس سب کی تضمینیں نہیں اور نہ ہم نے دیکھیں سُنیں اِسلئے ہم دعویٰ نہیں کر سکتے کہ طپش صاحب کی تضمین سب سے بلند و برتر ہے صرف ایک تضمین علی احسن صاحب احسن کی اور ایک منشی سید

محمد طاہر علی صاحب طاہر فرخ آبادی کی ہمارے پیش نظر ہے صرف ان دو سے کیا مقابلہ کیا جائے اگر مقابلہ بھی کریں تو انصاف بالائے طاعت است کبھی طپش صاحب کو آسمان پر چڑھانا پڑے گا اور کسی بند میں احسن صاحب یا طاہر فرخ آبادی صاحب کو تاہم ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی طپش صاحب کی تضمین کو ترجیح ہے اور بغیر کسی تشریح کے احسن صاحب طاہر فرخ آبادی صاحب اور طپش صاحب کے ابتدائی تین بند نقل کر کے فیصلہ ناظرین کے سپرد کرتے ہیں۔

احسن

ضیائے حق سے عبداللہ کے روئے منور میں ۔۔۔ وہ طلعت تھی نہیں جس کا نشان خورشید خاور میں
سبب اس کا یہ فرماتے تھے وہ ہر بزم اطہر میں ۔۔۔ ہے منزل اک مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں

یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

نہ گھر کی طرح گھر ہی اور نہ کچھ ساماں گھر بھر میں ۔۔۔ نہ اتنی استطاعت جتنی ہوتی ہی تونگر میں
نہ کیوں پھر آئے خجلت جوشش ان ہو دیدۂ تر میں ۔۔۔ ہی منزل اک مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں

یہ مہماں عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

بپا ہنگامہ حشر آج ہے دربارِ داور میں ۔۔۔ نہیں کچھ امتیاز باہمی خویش و برادر میں
پڑی ہی اپنی اپنی سب میں اپنے اپنے چکر میں ۔۔۔ نہ کوئی پوچھتا ہے اور نہ ذکر اس کا ہی دفتر میں

بڑا دیوانہ ہے محسن کہاں آیا ہی محشر میں

سید طاہر علی صاحب طاہر فرخ آبادی فرماتے ہیں۔

کئی دن سے ہے دریا کا تلاطم دیدۂ تر میں
کوئی سامان راحت کا نہیں اپنے مقدر میں
عجب عالم ہے میں حیرت میں میری عقل چکر میں
ہے منزل اک مہ کنعاں کی قلب زار مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

ہوا مجمع جب اہل حشر کا سرکار داور میں
سراسیمہ نظر آیا ہی دربار برتر میں
تو رحمت نے کہا جنت کو جا کیوں ہے چکر میں
نہ کوئی پوچھتا ہی اور نہ ذکر اس کا ہی دفتر میں
بڑا دیوانہ ہے محسن کہاں آیا ہی محشر میں

انہیں اشعار پر طپش صاحب نے جو مصرعے لگائے ہیں وہ ناظرین
آیندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں فقط

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء



نذرِ عقیدت

بہ امیدِ شفاعت

بحضور شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین رسولِ رب العالمین سیدنا محمد مصطفیٰ

احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

یوسف حسن طپش

نہ مجنوں کی طرح ہم مبتلا ہیں عشق دلبر میں   نہ مثل کوہکن سودائے باطل ہے کوئی سر میں
کچھ ہی اور ہی نقشہ یہاں چشم تماگر میں   ہے منزل کہ مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں
یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

نہ دن کو چین کو ملتا ہے خیالِ روی انور میں   نہ نیند آتی ہے شب کو عشق گیسوے معنبر میں
کوئی تشریف فرما ہے دلِ آشوب گستر میں   ہے منزل کہ مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں
یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

پریشانی یہ کیسی ہے پڑا ہے کیوں یہ چکر میں   نجات اے طیش لکھدی پہلے ہی اسکی مقدر میں
ہوا ہر قید سے آزاد مداحی سرور میں   نہ کوئی پوچھتا ہے اور نہ ذکر اس کا ہے دفتر میں
بڑا دیوانہ ہے محسن کہاں آیا ہے محشر میں

خوشی سے شعلہ ہای عشق اٹھیں قلب شرر زا میں   گریباں صبر کا آجائے دست وحشت افزا میں
جنوں کی کیفیت پیدا ہو پای دشت پیما میں   نئی الفت کا میٹھا درد ہو تقسیم اعضا میں
کہ بسم اللہ طفلِ اشک کی ہے دیدۂ تر میں

رہے سب اہتمام ای عشق دستِ قلبِ شیدا میں | کمی ہو اشکِ شیریں کی نہ چشمانِ تمنا میں
یہ شربت ان کٹوروں سے بٹے بزمِ غم افزا میں | نئی الفت کا میٹھا درد ہو تقسیم اعضا میں
کہ بسم اللہ طفلِ اشک کی ہے دیدۂ تر میں

وہی گریہ وہی ہی اشکباری ایک حالت پر | وہی رنگِ فغان و آہ و زاری ایک حالت پر
وہی الجھن وہی اختر شماری ایک حالت پر | وصال و ہجر میں ہے بیقراری ایک حالت پر
نہیں کیا اک گھڑی کا چین بھی میرے مقدر میں

تغافل ہی کسی بے مہر کا کیا کم ستاتا ہے | کہ جس پر تو بھی ایسے جانگزا فقرے سناتا ہے
رگِ جانِ حزیں پر اور اک نشتر لگاتا ہے | خدا کے واسطے ای قیس مجھکو کیوں جلاتا ہے
نہ کہنا تھا کہ ہے کچھ کچھ مروت میرے دلبر میں

دلِ گردوں سی کب تک یارِ آہِ آتشیں ہو گی | بدن میں چین سی کس وقت یہ جانِ حزیں ہو گی
کسی صورت نہ تسکینِ دلِ اندوہ گیں ہو گی | شبِ ہجراں الٰہی آج ہی کیا طے نہیں ہو گی
اندھیرا جھک گیا وقت نمازِ صبحِ محشر میں

خیالِ زلف نے رکھا ہے قیدِ سلاسل میں | بنا کم مایہ ضبطِ آہ سے چشمِ عنادل میں
برنگِ بوئے گل جانے دے اب تو اُس کی محفل میں | جگہ دے مجھکو میرے دلربا کے غنچۂ دل میں
بہار اب کے برس کی ہے مجھے زندانِ دیگر میں

عبادت کے پرانے قاعدے دل سے بھلائے ہیں | برنگِ قشقۂ دل کا خون ماتھے پر لگائے ہیں
نمازوں کو سلامِ آخری کر کے آئے ہیں | نہ شمشیرِ ابرو بسملوں نے سر جھکائے ہیں
ہماری بندگی کا سجدہ ہے محرابِ دیگر میں

ترا ہی ذکر ہے دن رات ہر جلسے میں محفل میں
ترا ہی داغ ہم لائے میں و لماسے عنادل میں
رخ پر نور تیرا جلوہ افگن ماہ کامل میں
کبھی ہے مشکل موزوں تیری ہر آئینہ دل میں
ہے اِک مصرع ترے قد کا ہزاروں بحر کی بر میں

طبیعت فطرتاً تو میری عصیاں ہی پہ مائل ہے
مگر توبہ بھی کر سکتا ہوں یہ قدرت بھی حاصل ہے
یہ قدرت بھی جو حاصل ہی تو کیا۔ دہی مرا دل ہے
اُٹھا خوابِ غفلت کا تو ہے آساں یہ مشکل ہے
کہ رحمت کا بھروسہ مجھکو چھینٹے دے نہ محشر میں

حیا کو بھی توجہ کچھ نہ تھی تھا حسن بے پروا
یہ صورت تھی کہ سودا تھا کبھی مہنگا کبھی سستا
ہوا اب شوخیوں کی عہد میں وہ جو مناسب تھا
عوض میں غمزے کے دنیا کرشمہ کی عوض عقبے
لگا ہے ٹھیک اب کے نرخ نامہ یار کے در میں

چھڑک کر نور کی افشاں جبین شعر روشن پر
اُڑھا کر بادلے کی شاہدِ الفاظ کو چادر
پہنا کر جگمگاتے موتیوں کا نظم کو زیور
ہے جی میں اس غزل کی بحر میں بھر دیجئے گوہر
کہ تاب جلوہ حسن بیاں ہو آبِ دیگر میں

وہ فن شعر گوئی میں ہی رتبہ مدح اکرم سے
مقابل ہو نہیں سکتے فصیحانِ جہاں ہم سے
کہ وہ اچھی طرح یہ سن چکی ہیں سارے عالم سے
زمیں شعر پہ اعلیٰ مضامیں عرش اعظم سے
چلے آتے ہیں شوقِ مصرفِ نعتِ پیمبر میں

طبیعت کہتی ہی دریا روانی سیکھ لے ہم سے
دوات اس وقت پانی مانگتی ہی چاہ زمزم سے
نہیں رتبے میں کم قرطاس بھی لوح مکرم سے
زمینِ شعر پہ اعلیٰ مضامین عرشِ اعظم سے
چلے آتے ہیں شوقِ مصرفِ نعتِ پیمبر میں۔

اُڑا سکتا نہیں چربا اگر اشعارِ محسن کا
رہے دلدادہ طرزِ شوخیِ گفتارِ محسن کا
بنے مداح زور کلکِ گوہر بارِ محسن کا
حسد کیوں لامکاں پروازیِ افکارِ محسن کا
کسی دن معرکہ ہوگا عطارد میں سخنور میں

مطلعِ اولیٰ

شمیمِ جانفزا پھیلی یکایک بحر میں بر میں
بسی خوشبوئے فرحت بخش ہر دیوار میں در میں
مہک اُٹھا زمانہ عطر بیزی سے گھڑی بھر میں
ہوا عالم معنبر صبح میلادِ پیمبر میں
بسا ہے نالۂ جانسوزِ بلبل تک گلِ تر میں

مطلعِ ثانی

حسینانِ چمن سب غرق ہیں پھولوں کے زیور میں
گلوں کے سرخ جوڑے بس رہے ہیں مشک و عنبر میں
ترانے بلبلوں کے گونجتے ہیں یوں چمن بھر میں
بہار آئی ہے شب بسر کردیارِ خلد و کوثر میں
ابد تک اب خزاں سوتی رہے پھولوں کی چادر میں

مطلع ثالث

مخالف ہیں اسی آواز کو سن سنکے چکر میں
اسی سے اوس پڑ جاتی ہی ہر بے دین کی گھر مین
پریشاں ہے غرور کفر تک کفار کی سر میں
بھری ہی شوکت شاہنشہی اللہ اکبر میں
اذاں کی نج نوبت بج رہی ہی ہفت کشور میں

خم گیسوے مشک افشاں کی ہیں ہم غالیہ سائی
رخ رنگین کی رنگینی قدر عنا کی رعنائی
رسالت کی جلالت معجزات حق کی یکتائی
نبوت کا تجمل اصطفا کی مسند آرائی
فلک کے ہفت اقلیم اور زمیں کی ہفت کشور میں

ہزار اعجاز کے لشکر ہیں ایک اک تار گیسو میں
بھرے ہیں لاکھ اسرار الٰہی ہر بن مو میں
ید قدرت کا پورا زور شامل دست و بازو میں
شجاعت کا نہاں ہر چین ابرو میں
سخاوت کا خزانہ ہر نگاہ بندہ پرور میں

کچھ ایسی ضرب تھی ہر ضرب سلطان دو عالم کی
کہ تا مشرق ہی مغرب ہا کٹ بیٹھی تیغ پرخم کی
شجاعوں نی بھلادی داستاں سہراب و رستم کی
میان بدر شمشیر ہلالی اسقدر چمکی
کہ اب تک چاندنی پھیلی ہوئی ہی ہفت کشور میں

گل رخسار ہیں رشک گلزار محبوبی
در دندان حضرت ہیں در شہوار محبوبی
حیا آلودہ نظروں سے عیاں آثار محبوبی
ہوا ہے اللہ اللہ مطلع انوار محبوبی
شرف کی پہلی منزل تھی بنی ہاشم کی اختر میں

صفا از بس جو دیکھی حق نے سینے کے سفینے میں — جلا کی اور دونی حق نے سینے کے سفینے میں
عجب اک چیز رکھدی حق نے سینے کے سفینے میں — بھرا علمِ لدنی حق نے سینے کے سفینے میں
کہ لہریں لے رہے ہیں بحرِ مواج آپ کی بر میں

بسا کر بوئے جنت سے مشامِ سیدِ عالم — منور کر کے کحلِ معرفت سے دیدۂ اکرم
نئی ہر روز آیات مطہر بھیج کر پیہم — عیاں فرما کے نورِ علمک مالم تکن تعلم
کلامِ پاک کے تارے اُتارے قلبِ انور میں

ہدایت کی ہوا چلتی رہی ذاتِ مقدس سے — ضلالت کی بلا ٹلتی رہی ذاتِ مقدس سے
زراعت کفر کی جلتی رہی ذاتِ مقدس سے — عبادت پھولتی پھلتی رہی ذاتِ مقدس سے
ریاضت باغ باغ آ کر ہوئی پاکیزہ پیکر میں

ہوا رتبہ دو بالا رونق افروزی حضرت سے — نہ رکھا آپ نے محروم اُس کو بھی عنایت سے
عجب رتبہ اُسے حاصل ہوا خوبی قسمت سے — طواف اپنا کرے کعبہ یقیں ہے اس سعادت سے
کہ خطبہ تھا شہ کونین کا تقدیرِ منبر میں

رُخِ پُر نورِ حضرت کے مقابل خیرہ ہو جائیں — مہ برجِ رسالت کے مقابل خیرہ ہو جائیں
جمالِ باکرامت کے مقابل خیرہ ہو جائیں — نگاہیں مہرِ طاعت کے مقابل خیرہ ہو جائیں
شبِ معراج اگر کاجل نہ ہوتی چشمِ اختر میں

ملا موقع جو اُس کو غاشیہ بردار بننے کا — تو کیفِ وجد طاری ہو گیا جبریل پر ایسا
جو اس لائے نہ تھی بر جا جو بسم اللہ بھی کہتا — پڑھا ہاتف نے بسم اللہ سبحان الذی اسریٰ
جب آیا خانۂ زینِ براقِ برق پیکر میں

مقدر نے بدل دی واہ کیا صورت بحالی کی　　ملی کیا داد سر گردانی و آشفتہ حالی کی
بدل دی سرفرازی سے تمنا پائمالی کی　　فلک نے آبرو پائی جو چتر فرقِ عالی کی
درِ شہوارِ انجم ہو گئے داخل نچھاور میں

بہت کچھ کہکشاں کو فکر تھی اپنی بحالی کی　　عصا بردار بنکر دور سب آشفتہ حالی کی
جو نکلی چیرخ اطلس کی تمنا پائمالی کی　　فلک نے آبرو پائی جو چتر فرق عالی کی
دُرِ شہوار انجم ہو گئے داخل نچھاور میں

قدم راہ محبت میں بڑھائے آدم و عیسےٰ　　چلے لینے کو دل ہی لو لگائے آدم و عیسےٰ
مگر کس شوق سے اول بجائے آدم و عیسیٰ　　بہ استقبال آئے یا مرحبائے آدم و عیسےٰ
جو پہونچا خدمت والا پدر عالی برادر میں

بہت مدت سے تھا از بسکہ مشتاقِ قدمبوسی　　سُنی جب آمد آمد آتشِ شوق مقدر بھڑکی
کھڑا تھا لو لگائے شام سے از راہ دلسوزی　　ید بیضا چراغِ طور سے روشن کئی دستی
کہ سجدے میں جھکا ہوگا اندھیرا راستے بھر میں

بڑھی ایسی تجلی ہو گئی پر نور ہر بستی　　ذرا سی دیر میں ظلمت کی مٹ کر رہ گئی ہستی
یہ جوشِ شوقِ خدمت تھا کہ با وصف تہیدستی　　ید بیضا براہ پیشبندی نے جلا دستی
کہ سجدے میں جھکا ہوگا اندھیرا راستے بھر میں

امید عاصیانِ خستہ و ابستہ زد امانت　　ہزاراں نافہ چین در خم زلف پریشانت
فدا یکصد چراغ طور بر خسار تابانت　　دعا یوسف کی ای ہر دلعزیز انجم بہ قربانت
زہے پیراہن محبوبیٔ خالق تری بر میں

نہ ہے جاہ و شرف عز و وقار خلعت قدسی | فدائے خلعت قدسی نثار خلعت قدسی
زبان حور ہو وصف بہار خلعت قدسی | قلم ادریس کا دست نگار خلعت قدسی
کہ ساتوں پارچے ٹھیک آئے تیرے جسم اطہر میں

نہ دیکھا مہماں ایسا کوئی ذیشان ذی شوکت | نہ دیکھی یہ کسی مہماں کی توقیر یہ عزت
تکلف اور پھر کیسی تکلف سی ہوئی دعوت | ملے شکرے میں اُس بت شکن کو خوان صد نعمت
یہ مہمانی ہوئی باغ خلیل ابن آذر میں

اسد کو خوف سے روپوش برج ثور میں پایا | گرا دست عطارد سے قلم مریخ تھرایا
قمر منزل بدل کر ہٹ گیا اس درجہ شرمایا | جوان ہاشمی کس شان سے بالائے عرش آیا
کہ آئی ہفت پشت آسمان پیر چکر میں

بڑھا جھگڑا بڑی بحثیں بڑی تکرار و حجت تھی | غرور اس کا بجا تھا اور بجا تھی اُسکی بھی شیخی
ہم دونوں میں جب پیر تن گئی وہ بات ہی اتنی | فلک کو عرش پر تھا ناز تقدیم قدم بوسی
مگر دیکھا تو کعبہ چھپ چکا تھا پہلے نمبر میں

بڑھا بڑھ کر یہ منت نذر کی سلطان عالم کے | امانت تھی یہ عجلت نذر کی سلطان عالم کے
پئے کسب سعادت نذر کی سلطان عالم کے | کلید بات جنت نذر کی سلطان عالم کے
مسہری پھولوں کی مہکا کری رضواں ترے گھر میں

رکاب سرور عالم میں کی بالا دوئی اچھی | اڑا جب تک گیا ہمراہ براق اڑنے کی طاقت تھی
مگر کیا تاب ترک و تاز جب ختم اپنی ہو گئی | نہ کیوں حد ادب پر ختم ہو جبریل کی عرضی
کہ شمع قرب نے تاثیر کی پروانے کے پر میں

امانت [illegible] نذر کی سلطان عالم کے

کوئی پردا نہ تھا معراج میں نام خدا باقی ۔ جو باقی تھا تو اک جھگڑا نیاز و ناز کا باقی
حجاب ایسے جب اٹھ جائیں تو پھر کیا رہ گیا باقی ۔ بہ قرب قاب قوسین آپ پہنچے تو نہ تھا باقی
پڑے یک تیر کا پلہ کمانکش اور کمانگر میں

تو ہم میں فقط اک حرف ہی فی ڈال رکھا تھا ۔ کھلا راز نہفتہ اٹھ گیا جب میم کا پردا
نہ تھی یہ چیستان ایسی کہ تھا دشوار حل ہونا ۔ تعجب کیا معما کھل گیا گر میم احمد کا
کہ ہے نیرنگ بیرنگی ہمیشہ رنگ دیگر میں

طلسم کن کی صورت قفل ابجد یہ بھی تھا گویا ۔ کلید معرفت نے اسکو توڑا اسکو بھی کھولا
خوشا قسمت دوئی میں پائی یکتائی اٹھا پردا ۔ تعجب کیا معما کھل گیا گر میم احمد کا
کہ ہے نیرنگ بیرنگی ہمیشہ رنگ دیگر میں

تن بے سایہ اک نور احد کا جزو مطلق ہے ۔ ضیائے مہر انور دور پڑتی رہی [illegible]
جدا ہے صورتاً معناً جو کشتی ہو وہ زورق ہو ۔ خدا کا نام حق ہو مصطفےٰ کا نام بھی حق ہو
نہاں سر حقیقت ہے مجاز ذات اطہر میں

نہ سمجھا جس کو واعظ یہ وہی مضمون عالی ہے ۔ تن بے سایہ حضرت ظہور نور مطلق ہے
جدا ہے صورتاً معناً جو کشتی ہو وہ زورق ہے ۔ خدا کا نام حق ہے مصطفےٰ کا نام بھی حق ہے
نہاں سر حقیقت ہے مجاز ذات اطہر میں

اگر میرا گزر ہو جائے اہل دل کی محفل میں ۔ تو کس کس شوق سے دی طپش اک اک کے مقابل میں
پڑھوں یہ شعر ہو کر قبلہ رو تصدیق کامل میں ۔ گھر اس کا کعبہ اور اللہ اسکے کعبۂ دل میں
خدا ہے اسکے گھر اور وہ خدائے پاک کے گھر میں

گل افشانئی مضموں سے ہو محفل تختۂ گلشن — یہ ہو انبار پھولوں کا کہ اک پھولوں کا ہو خرمن
نظر آئے زمینِ شعر رشکِ وادئی ایمن — پڑھوں اک قطعہ پُر نور جس کا مطلع روشن
لکھیں لوحِ بیاضِ آفتابِ صبحِ محشر میں

مطلع

دلوں سے سب کے مٹ جائیگی یہ اُلجھن جو اُلجھی ہیں دم بھر میں — معما یہ ہی حل ہو جائیگا سرکارِ داور میں
اشارے سے بتا دینگے تجھے دربارِ برتر میں — اُٹھینگی اُنگلیاں کلمے کی تیری سمت محشر میں
جو پوچھیں گے ہے کس کا دخل آج اللہ کے گھر میں

کیا مسند نشیں تجکو خدا نے بزمِ امکاں میں — ترے نورِ سراپا نے بھرا ہے نور ایماں میں
ترے اوصاف بیحد جابجا مرقوم قرآں میں — ترا اسم گرامی زیرِ بسم اللہ عنواں میں
ازل کے ہر صفحے میں ابد کی ہر سطر میں

یہ خوش رُوئی یہ زیبائی کہاں انساں کے نقشے میں — پڑی ہے جان تیری نور سے ایمان کے نقشے میں
کہاں تجھسا کوئی اس عالمِ امکاں کے نقشے میں — ترے انوار کا پرتو مہ کنعاں کے نقشے میں
تنِ بے سایہ کی تصویر عکسِ مہرِ خاور میں

تجھے کو ہی محمد فوق ہے سب پر وجاہت میں — وجاہت کیسی تو افضل ہے سب سے جاہ و حشمت میں
سعادت میں سخاوت میں شجاعت میں مروت میں — حسب میں اور نسب میں اور شرافت اور کرامت میں
نہ تیرا مثل مظہر میں نہ تیرا مثل منظر میں

[illegible]

وہی سمجھیں گے کچھ رتبہ نبی کا عقل ہے جن میں — جو ہیں کوتہ نظر نادان لایعقل وہ ہیں کن میں
ہزاروں خوبیاں ان میں ہیں لا الکن وصف اومین — دل بیدار کا مانند ظاہر میں نہ باطن میں
ضمیر پاک کا ثانی نہ مظہر میں نہ مضمر میں

ہے مسجود خلائق ترا سنگ آستاں بیشک — ترابیت مقدس مرجع قدوسیاں بیشک
شفیع المذنبین بیشک شہ کون و مکاں بیشک — ترے ہی نور سے نکلا زمین و آسماں بیشک
نہاں تھے ماضی و مستقبل و حال ایک مصدر میں

نہ ہوتا تو تو مل سکتے نہ اضداد جہاں بیشک — عناصر میں بہم ہوتا نہ ربط جاوداں بیشک
نہیں تیری سوا وجہ وجود کن مکاں بیشک — ترے ہی نور سے نکلے زمین و آسماں بیشک
نہاں تھی ماضی و مستقبل و حال ایک مصدر میں

بھری ہیں وصف کیا کیا تری اصحاب مکرم میں — عیاں ہے سب کا جلوہ تیری اصحاب مکرم میں
صفات ذات یحییٰ تیرے اصحاب مکرم میں — دم شمشیر موسیٰ تیرے اصحاب مکرم میں
کمال آل ابراہیم تیری آل اطہر میں

غلط ہے گر رسولان سلف سے تجکو نسبت دیں — خطا ہے ناسخ توریت قرآں کو نہ گر سمجھیں
تامل ہو جنہیں کچھ بھی وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں — وقار ہیبت ہاروں ہے عباس و حمزہ میں
جلال تیغ یوشع تیغ سلماں و ابوذر میں

ہوئی ہے جمع تجھ میں ہر نبی کی ایک اک خوبی — عیاں تجھی سے شان عاشقی و شان محبوبی
تری ہر دل کی ٹکڑی میں جمع ہے ایک اک خوش اسلوبی — تری نسبت سے حسن یوسفی و صبر ایوبی
گل اندام جنت سبط اصغر سبط اکبر میں

چلیگی اب کچھ ابلیس کی رستہ بہلانے میں　　کوئی دقت کوئی مشکل نہ پیش آئیگی جانے میں
پہونچ جائیگا اپنا طائر جاں آشیانے میں　　رہ جنت ملی ہے آکے تیرے آستانے میں
شمیم خلد کوچے کی نسیم روح پرور میں

رخ پرنور کا تیرے کہاںتک نور پھیلا ہے　　تصور جا نہیں سکتا جہاںتک نور پھیلا ہے
جہاں ہے اور عالم وہاں تک نور پھیلا ہے　　تو وہ کوکب ہے جس کا لامکاں تک نور پھیلا ہے
نہیں ہو اس شرف کا کوئی تارا آسماں بھر میں

مہ و خورشید کہتے ہیں ہمارا ذکر ہی کیا ہے　　کہ جو کچھ نور ہے ہم میں وہ تیری رخ کا صدقا ہے
ہماری روشنی سے بس فقط معمور دنیا ہے　　تو وہ کوکب ہے جس کا لامکاں تک نور پھیلا ہے
نہیں ہے اس شرف کا کوئی تارا آسماں بھر میں

نہیں ہے شک نوح و اسمٰعیل و موسیٰ کی رسالت میں　　خلیل و یوسف و یعقوب و عیسیٰ کی نبوت میں
مگر نسبت نہیں کچھ تجھسے ان کو جاہ و حشمت میں　　نہیں ہے اور ہوگی اور کے طالع میں قسمت میں
جو تیری منزلت جو قدر ہی مہر گاردا ور میں

مزے لیتا ہے محشر میں گنہگاروں کو رحمت کے　　تماشے دیکھتا ہیں خود بدولت کی شفاعت کے
دعائیں مانگتے ہیں گن رہے ہیں دن قیامت کے　　وہ دن جلدی آئے یارب جب ہوں پیش اعمال امت کے
قریب عرش کرسی ہو تری دربار برتر میں

بریت کی خبر سنتے ہی بھولیں رنج و آفت کو　　معافی کا ملے پروانہ مایوسان قسمت کو
چلے جائیں یہ ہنستے کھیلتے گلزار جنت کو　　گنہگاران امت کی صفائی کی شہادت کو
تری چشم عنایت مہر ہو ہر ایک محضر میں

فرشتے عاصیوں کو لائیں جب سرکار عالی میں
مثال بید لرزاں آئیں جب سرکار عالی میں
کھڑے ہوں منفعل شرمائیں جب سرکار عالی میں
کبائر پہلے پوچھے جائیں جب سرکار عالی میں
ندامت سے صغائر منہ چھپالیں اپنا محشر میں

بڑی لے دے بڑی ہلچل پڑی ہو اُس عدالت میں
کسیکے کوئی کام آتا نہو اُس رنج و آفت میں
پڑی ہو سب کو اپنی اپنی عرصات قیامت میں
معافی کی ملی جاگیر تجکو ایسی حالت میں
کہ دیگر عرضیاں بھی حکم کے داخل ہوں دفتر میں

نظر میں تھی وہ پرسش اور وہ ہنگامہ قیامت کا
عیاں تھا آپ پے سب حال دوزخ کی عقوبت کا
خیال از بسکہ تھا ہر دم گنہگاران امت کا
عجب کیا گر کہیں حضرت ذرا مت کی شفاعت کا
مچلکہ لے لیا دوزخ کے کارندوں سے دم بھر میں

گنہ جو بن پڑے ہیں سب کئے ہیں شوق جنت میں
مگر دن رات رہتا ہوں اس اندیشہ سے کلفت میں
کہ وہ رحمت کا حصہ چھین نجائے اس رقابت میں
کراماً کاتبین آئیں تشریف شفاعت میں
کہیں لکھدیں نہ نام اپنا گنہگاروں کے دفتر میں

تیرا خادم ہے رضواں مالک خلد بریں تو ہے
گنہگاروں کا حامی حشر میں کوئی نہیں تو ہے
پکاریں ہم مصیبت میں جہاں تجھکو وہیں تو ہے
غرض ہر جا شفیع رحمۃ اللعالمین تو ہے
زمیں میں آسماں میں جنت الماوی میں محشر میں

نچھوڑیں گر فرشتے عرش پہ لاکھوں برس لکھنا
قیامت تک ہے جاری برابر ہر نفس لکھنا
مگر آخر یہ کہکر چھوڑ دیں وہ بوالہوس لکھنا
نہیں ممکن کبھی تیری مدائح سو میں دس لکھنا
جو کلک دو زباں ہو وہ زبان دست سخنور میں

سخنور کس لئے لیں امتحاں اپنی طبیعت کے — لکھیں کیوں رات دن دفتر کے دفتر نعت حضرت کے
بہائیں کیوں عبث دریا فصاحت کے بلاغت کے — وہ تیری مدح بس ہے جو لکھی خامۂ قدرت نے
نبوت کے صحائف میں خداوندی کے دفتر میں

زباں اظہار مطلب میں عاجز ہو نہ قاصر ہو — مری راز دلی سے خوب واقف خوب ماہر ہو
ادھر زور تپش ہو اس طرف یہ نظم ظاہر ہو — سخن یا رب مری دل کی تڑپ کے ساتھ حاضر ہو
سند لینے کو سرکار قبول خاص داور میں

رہے شاداب گلہائے صداقت سے چمن میرا — رہے شستہ ہمیشہ آب کوثر سے دہن میرا
رہے حاسد کے دل میں نیش بن یہ بانکپن میرا — رہے پہنے ہوئے قرآن کا جامہ سخن میرا
کوئی حرف غلط آئے نہ سہوا میرے دفتر میں

کریں اس نعت کی تحریر میں اتنی نہ وہ جلدی — ذرا قرطاس و خامہ رکھ کے سن لیں گفتگو میری
اگر لینا ہی نقل اسکی تو اس میں شرط ہے یہ ہی — لکھیں کلک رضا سے کاتب اعمال نقل اسکی
مرے انفاس کا ڈورا لگا کر اپنے مسطر میں

جگر کے خون سے ہے مدح گو نے نظم یہ لکھی — اگر مقبول ہو جائے تو یہ خوش قسمتی میری
مگر تصویر وہ ہے جس میں اصلیت رہی باقی — لکھیں کلک رضا سے کاتب اعمال نقل اسکی
مرے انفاس کا ڈورا لگا کر اپنے مسطر میں

مرے اشعار پارینہ پہنچ جائیں جو طوبےٰ تک — سخنور مان جائیں بھول جائیں شعر کہنا تک
حواس و ہوش سب رخصت ہوں فق ہو جائے چہرے تک — یہ نعت تازہ سنکر عندلیب شاخ طوبیٰ تک
کہے کیا خوب طوطی بولتا ہے باغ سرور میں

نہ لاؤں دھیان میں دارا کو اسکندر کی شوکت کو　　ملا کر خاک میں کمدوں جہان کی بادشاہت کو
امیروں سے نہ ہو زر کی تمنا میری غیرت کو　　اسی در کی گدائی سے سکندر ہو ہمت کو
نہ جاؤں میں کبھی دربارِ کسریٰ میں نہ قیصر میں

نہ بیٹھیں مجکو احباب اور نہ کچھہ میرا کریں ماتم　　نہ آنکھوں سے بہائیں آنسوؤں کی ندیاں پیہم
دعا مانگیں تو یہ مانگیں دمِ آخر ہو یہ عالم　　سمایا ہو خیالِ دلربا ہر لحظہ و ہر دم
کہ میری جان آنکھوں سے چلے اللہ کے گھر میں

ثنا خوان ہوں نبی کا یہ ذرا اُن سے کوئی کہدے　　مؤدب ہو کے آئیں اور کریں برتاؤ بھی اچھے
جو پوچھا اور کچھہ مجھسے سنیں گے اور کچھہ مجھسے　　نکیر و منکر آئیں قبر میں میری ابھی کہتے
کہ سوآرام سے یادِ خدا حُبِّ پیمبر میں

رسولِ پاک کی فرقت میں دم توڑوں جو میں مضطر　　کریں احسان اتنا زائرانِ روضۂ انور
کفن سے بے تامل کھولدیں منہ لاش پر آکر　　لگا دیں خاکِ پا ممدوح کی طرح کے منہ پر
تیمم کر کے داخل ہوں نمازِ صبحِ محشر میں

جب آجائے وہ ساعت لوگ تھر تھر خوف سے کانپیں　　مجھے اُسوقت بھی سب اہلِ محشر مطمئن دیکھیں
مری بگڑی ہوئی سب کام دو حرفوں میں بن جائیں　　سفارش نامہ ہو مولیٰ کا اس دستِ شکستہ میں
پکاریں جب مجھے درگاہِ عالیجاہِ داور میں

سبھی مستِ مئے جامِ الست اب تک میں جتنے ہیں　　سبھی خمخانۂ عرفان کے گرد آکے بیٹھے ہیں
سبھی کے لب پہ بدمستی ہیں یہ مستانہ نعرے ہیں　　تری دیوار کے سایہ میں جو جھرمٹ اہلِ حق کے ہیں
دمِ توحید کی ہو حق ہے تیرے حلقۂ در میں

یہ حالت ہو کہ اُسکو چین ہی آتا نہیں دم بھر — رہا کرتا ہے شوق دید میں دل طپش کا مضطر
دکھا ہی دو خدا کے واسطے اپنا رُخ انور — درود غیر محدود آپ کی روح معظم پر

تسلسل رشتہ ہو جبتک ابد کے سلک گوہر میں

یہی لازم ہے ہمکو بس یہی ہم غافل نہوں دم بھر — ہمارے واسطے دونوں جہاں میں ہے یہی بہتر
پڑہیں ہر لحظہ ہر دم ہر گھڑی بس قبلہ رو ہوکر — سلام غیر معدود آل و اصحاب مکرم پر

دوام عیش ہے جب تک بہشت روح پرور میں



تضمین

غزل جناب اعتبار الملک افتخار الشعرا سید افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی

تجھے مالکِ دوسرا جانتی ہے | تجھے سب کا حاجت روا جانتی ہے
تجھے دافعِ ہر بلا جانتی ہے | تجھے سب خدائی خدا جانتی ہے

تجھی کو دلی مدعا جانتی ہے

تجھے بلبلِ خوشنوا جانتی ہے | تجھے قمری باصفا جانتی ہے
تجھے خوب بادِ صبا جانتی ہے | تجھے سب خدائی خدا جانتی ہے

تجھی کو دلی مدعا جانتی ہے

قیامت تھا دنیا سے رخصت کا منظر | کہوں کیا کس آفت میں تھی جان مضطر
گڑے تھے کلیجے میں سو غم کے نشتر | دم نزع دی جان کسطرح تجھپر

مرا حال کیا تھا قضا جانتی ہے

نہ تھا کچھ غم ہجر خویش و برادر | محبت کی تھے قطع رشتے سراسر
زبان پر تھا جاری ترا نام اطہر | دم نزع دی جان کسطرح تجھپر

مرا حال کیا تھا قضا جانتی ہے

وہ سنبل کی زلفوں کا نقشہ بگڑتا　　وہ سبزہ پہ ادبار کی اوس پڑتا
رہا وہ نہ شمشاد کا بھی اکڑتا　　خزاں جانتی ہے چمن کا اُجڑتا
گلوں کا بکھرنا ہوا جانتی ہے

تری شان ایسی ہے اور تو ہے ایسا　　زباں ہو تو کلمہ پڑہیں بت بھی تیرا
خدا کی قسم میں نہیں جھوٹ کہتا　　خدائی خدا تجکو کہتی ہے اپنا
خودی ہی تجھی کو خدا جانتی ہے

تری قدرتوں کا جو دیکھا تماشا　　تجھے سب نے جانا تجھے سب نے سمجھا
سبھی نام لیتے ہیں دن رات تیرا　　خدائی خدا تجبکو کہتی ہے اپنا
خودی ہی تجھی کو خدا جانتی ہے

ذرا غور کر طپش کے ولولے پر　　کہ تیرا تو بہنا ہسم نوا وہ سخنور
نہ بہرا جو دیکھے برے اُسکے تیور　　بسا چلکے ملک عدم اپنا مضطر
یہ دنیا تو تجبکو برا جانتی ہے

تخمیس غزل خاکسار طپش حزیں من تصنیف بلبل گلزار سخندانی و طوطی شکرستان خوش بیانی عالیجناب مولوی مشفقی السید میر حسن صاحب المتخلص بہ دلیر متوطن قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ

کس پردۂ خلوت میں ہیں انوار محمد　　مخفی ہے کہاں پرتو رخسار محمد
پنہاں ہے کہاں طرۂ طرار محمد　　اللہ کہیں جلد ہو دیدار محمد
محشر میں تڑپتے ہیں طلبگار محمد

کیا طرفہ مرضِ عشقِ شہنشاہ جہاں ہے — آرامِ جگر، راحتِ دل، راحتِ جاں ہے
سچا یہ مریضانِ پیمبر کا بیاں ہے — تقدیر میں اچھوں کی یہ آزار کہاں ہے

اچھوں سے کہیں اچھے ہیں بیمارِ محمد

ہم خاک نشیں کوئے شہنشاہِ زمن کے — مشتاق نہیں وادیٔ سارا و ختن کے
واللہ کہ قائل نہیں اس رنگ سخن کے — رضواں نہ سنگھا پھول ہمیں اپنے چمن کے

مستیم ز بوئے گل گلزارِ محمد

یہ شانِ خداوند یہ اللہ کی قدرت — ترتیب ہوئی نور سے اک نور کی صورت
ظاہر ہوئی پھر صانعِ قدرت کی یہ صنعت — حضرت کی ولادت سے مٹی کفر کی ظلمت

عالم میں چمکنے لگے انوارِ محمد

محروم کہیں دردِ جدائی سے نہ ہو جائیں — بے غم خلشِ آبلہ پائی سے نہ ہو جائیں
ایسے کہیں نالوں کی رسائی سے نہ ہو جائیں — اچھے نہیں قسمت کی برائی سے نہ ہو جائیں

اس غم میں گھلے جاتے ہیں بیمارِ محمد

پُر ہے مئے تخئیل سے پیمانۂ عاشق — دیکھو تو ذرا حالتِ مستانۂ عاشق
اے نامِ خدا زینتِ کاشانۂ عاشق — روشن ہے تصور سے سیہ خانۂ عاشق

اے صلِّ علیٰ روئے پُر انوارِ محمد

کچھ لوگ ہدایت کے مزے لوٹ رہے ہیں — کچھ رحم کے رحمت کے مزے لوٹ رہے ہیں
کچھ لطفِ شفاعت کے مزے لوٹ رہے ہیں — کچھ وعظ و نصیحت کے مزے لوٹ رہے ہیں

کچھ لوٹ رہے ہیں سرِ دربارِ محمد

وہ حسن وہ جلوے اگر اُن کو نظر آتے
افراطِ محبت سے نہ جامے میں سماتے
دل میں کبھی رکھتے کبھی آنکھوں میں بٹھاتے
کیا حال اُویس قرنی اپنا بناتے
ہوتا جو میسر کبھی دیدارِ محمد

وہ حسن کی تصویر تھا وہ حسن کا نقشا
موزون ہے اگر کہئے اُسے نور کا پُتلا
تابندہ کچھ ایسا تھا درخشاں تھا کچھ ایسا
سر شرم سے ابتک نہیں اُٹھتا مہ نو کا
دیکھا تھا جو نعلِ سمِ رہوارِ محمد

یہ شان دلبر اور یہ پایہ یہ مقدر
اس فخر سے ہوتا ہے کہاں کوئی مفخر
قسمت کی رسائی سے جو پہونچا سرِ محشر
یہ نعت پڑھی پیش خدا طیش نے جا کر
چمکا ہے کہاں بلبل گلزارِ محمد

تراوشِ کلکِ طیش گناہ گار بر غزل خود

سب ہو تو چکے جمع دل افگار محمد
اب کیوں ہے نہاں جلوۂ رخسارِ محمد
پردے سے نمودار ہوں انوارِ محمد
اللہ کہیں جلد ہو دیدارِ محمد
محشر میں تڑپتے ہیں طلبگارِ محمد

اُن میں کوئی رحمت کا سزاوار کہاں ہے
اور رحمت حق اُن کی خریدار کہاں ہے
اس طرح خدا اُن کا طلبگار کہاں ہے
تقدیر میں اچھوں کی یہ آزار کہاں ہے
اچھوں سے کہیں اچھے ہیں بیمارِ محمد

مانا کہ زر و سیم سے پُر اُنکا مکان ہے
مانا کہ بیلے چنگے ہیں اور بخت جوان ہے
مانا کہ میسر انہیں سب عیش جہان ہے
تقدیر میں اچھوں کی یہ آزار کہاں ہے

اچھوں سے کہیں اچھے ہیں بیمار محمد

تعریف میں پیدا کوئی کیا کیا نہ شگوفے
دکھلاتا ہے کیون سبز ہمیں باغ نو ایسی
ان سے تو کہیں خار مدینے کے ہیں اچھے
رضواں نہ سونگھا پھول ہمیں اپنے چمن کے

ستیم زبوئے گل گلزار محمد

بت پوجنے کی ایسی پڑی تھی انہیں عادت
کفار تھے صدیوں سے گرفتار حماقت
تاحشر نہ جاتی کبھی یہ اُن کی جہالت
حضرت کی ولادت سے مٹی کفر کی ظلمت

عالم میں چمکنے لگے انوار محمد

حضرت کی ہدایت سے مٹی کفر کی ظلمت
حضرت کی شجاعت سے مٹی کفر کی ظلمت
حضرت کی رسالت سے مٹی کفر کی ظلمت
حضرت کی ولادت سے مٹی کفر کی ظلمت

عالم میں چمکنے لگے انوار محمد

ڈر ہے کہ شفا کا کہیں کچھ ذکر نہ ہن پائیں
ڈر ہے کہ اطبا کہیں کچھ آ کے نہ فرمائیں
ڈر ہے کہیں دھوکے سے دوائی کو نہ پی جائیں
اچھے کہیں قسمت کی برائی سے نہو جائیں

اس غم میں گھلے جاتے ہیں بیمار محمد

اب عیش و مسرت سے ہے یارانۂ عاشق
اب کوئی سنے غور سے افسانۂ عاشق
دیکھے کوئی اب زینتِ کاشانۂ عاشق
روشن ہے تصور سے سیہ خانۂ عاشق

اے صلی علے روئے پر انوار محمد

الحاد سے کچھ۔ کفر سے کچھ ٹوٹ رہے ہیں   پنجہ سے معاصی کے بہت چھوٹ رہے ہیں
کچھ وجد میں ہیں سینہ و سر کوٹ رہے ہیں   کچھ وعظ و نصیحت کے مزے لوٹ رہے ہیں
کچھ لوٹ رہے ہیں سرِ دربار محمد

غش ہو کے نہ موسیٰ کی طرح ہوش میں آتے   تا عمر کبھی وجد سے فرصت ہی نہ پاتے
یا قدموں پہ گر کر عدم آباد کو جاتے   کیا حال اُویس قرنی اپنا بناتے
ہوتا جو میسر کبھی دیدار محمد

یہ حال ندامت سے ہوا کیا مرے نو کا   بدلا ہوا بالکل ہے سراپا مرے نو کا
آتا ہے نظر اور ہی نقشا مرے نو کا   سر شرم سے اب تک نہیں اُٹھتا مرے نو کا
دیکھا تھا جو نعلِ سُمِ رہوار محمد

جب اُٹھ کے چلے گھر سے کہیں سید والا   سو راہیں ہدایت کی ہوئیں چال سے پیدا
ہر گام میں انداز نکلتا تھا کچھ ایسا   گمراہوں کو ملجاتا تھا جادہ رہِ حق کا
جب دیکھتے تھے راہ میں رفتار محمد

آنسو ہیں عرق خوں ہی شربت کی جگہ آب   ٹکڑے جگر و دل کی ہیں معجون مرکب
بے مثل یہ نسخہ ہے اور ایسا ہے مجرب   زندہ مرضِ عشق کی تاثیر سے ہیں سب
مر جائیں شفا پائیں جو بیمار محمد

ہر حرف کو اک نور کی تصویر بنا کر   عرفاں کی ہر اک لفظ کو پوشاک پہنا کر
ہر شعر کو توحید کے پھولوں میں بسا کر   یہ نعت پڑھی پیش خدا طیش جا کر
چہکا ہے کہاں بلبل گلزار محمد

خمسہ بر غزل خود

گھر سے نکلے اور ہوائے شوق میں بہکر چلے
صورتِ صرصر تھا چلنا صورتِ صرصر چلے
ایسی صورت میں بھلا ہمراہ کیا رہبر چلے
زلف و رُخ کی یاد میں حبّ با دلِ مضطر چلے
سوئے طیبہ یوں چلے شب بھر چلے دن بھر چلے

خوف سے پرسش کی سب لرزاں چلے مضطر چلے
وہ ہمیں تھے - دیکھنے فردوس کا منظر چلے
کیا کہیں کیوں مطمئن تھے اور کیا لیکر چلے
حشر میں عاصی جو پیشِ داورِ محشر چلے
ہم بغل میں لیکے نعتِ پاک کا دفتر چلے

اُسکی رندی کا ہر اک دیندار وہ قائل ہوا
فضلِ حق وہ دیکھو اُسکے حال میں شامل ہوا
پائبوسی کا شرفِ رضواں کو وہ حاصل ہوا
میکشِ حُبِّ نبی وہ خلد میں داخل ہوا
وہ چھلکتے کوثر و تسنیم کے ساغر چلے

تھے تصور میں جو گیسوئے پریشانِ نبی
مبتلا تھا سو بلاؤں میں ثنا خوانِ نبی
تھی ابھی آشفتگیِ شامِ ہجرانِ نبی
ناگہاں یاد آگئی فرقت میں مژگانِ نبی
سیکڑوں پھر تو رگِ جاں کی طرف نشتر چلے

نغمۂ فرحت فزا پھر چھیڑ دے پھر چھیڑ دے
جیسے ہو صدمِ صبا پھر چھیڑ دی پھر چھیڑ دے
میں ترے صدقے فدا پھر چھیڑ دے پھر چھیڑ دے
ذکرِ چشمِ مصطفٰے پھر چھیڑ دے پھر چھیڑ دے
پھر وہی ہو حق ہو ساقی پھر وہی ساغر چلے

جتنے متوالے مئے عرفان کے تھے سب آچکے — ہاں اُسی دُھن میں وہی دلکش ترانہ پھر اُڑے
میر کوثر کی قسم تجکو خدا کے واسطے — ذکر چشم مصطفےٰ پھر چھیڑ دے پھر چھیڑ دے

پھر وہی ہو حق ہو ساقی پھر وہی ساغر چلے

چُپ تھے ایسے مرتے دم منہہ انکے گویا سل گئے — سوئے دوزخ دل میں یہ کہتے ہوئے بسمل گئے
کفر اور الحاد کے ہمکو نتیجے مل گئے — جس لڑائی مین ذرا حضرت کے ابرو بل گئے

قلب پر کفار کے چھریان چلین خنجر چلے

تھی نظر کمزور و رنجید کام کرتی کسطرح — طرز اُس گھر کی نظر مین اپنی بھرتی کسطرح
بحث و حجت کی فرشتونسے ٹھرتی کسطرح — بے چراغ ایسے اندھیرے مین گذرتی کسطرح

دل پہ داغ عشق احمد قبر میں لیکر چلے

روز روز سے جو گئے ہیں عرش میں عشرت میں ہیں — چین کرتے ہیں مزے میں ہیں بڑی فرحت میں ہیں
ہیں زیارت سے مشرف سایۂ رحمت میں ہیں — ہم ضعیف و ناتواں ابتک اسی حیرت میں ہیں

کس طرح پہونچیں مدینے اور ہم کیونکر چلے

آہ دل چاہے اگر اک دلنشین تاثیر کو — ہائے کب جذبے عرش بالا لائے زمیں تاثیر کو
جب نہیں پاتے ہیں دنیا میں کہیں تاثیر کو — ڈہونڈتی ہیں جا کے نالے بس وہیں تاثیر کو

دل سے نکلے اور سوئے روضۂ اطہر چلے

چُپ کھڑے تھے با دلِ پُر درد و چشمِ اشکبار — اپنے جرموں سے سیہ کاری سے اپنی شرمسار
منتظر لطف و کرم کے رحم کے امیدوار — ہم گنہگاروں کو محشر میں جو دیکھا بے قرار

آپ کس دعوی سے پیش داورِ محشر چلے

جلوہ فرما آج تک کوئی ہوا کب چرخ پر　　پہونچے سردار دو عالم کے قدم جب چرخ پر
شوق دیدار کے بیتاب تھے سب چرخ پر　　پابوسی کیلئے معراج کی شب چرخ پر
کس تمنا سے مہِ کامل چلا اختر چلے

منفعل اپنے گناہوں سے تھا ایسا حشر میں　　آنکھ سے جاری ندامت کا تھا دریا حشر میں
سر جھکائے شرم سے تنہا کھڑا تھا حشر میں　　ایسے مجرم کو جو تھا خود پیش کرنا حشر میں
طپش کو ہمراہ لیکر شافعِ محشر چلے

تخمیس غزل دیگر حضرت اعتبار الملک مضطر خیرآبادی

رہے [illegible] دن سے دامانِ دنیا　　نہ لپٹے گلے سے گریبان دنیا
نہ ہو عمر بھر سر پہ احسانِ دنیا　　الٰہی مٹا دل سے ارمانِ دنیا
نہ کر مجکو محتاجِ سامانِ دنیا

یہی دل کی ہے آرزو مخلصی دے　　یہی تجھسے ہے گفتگو مخلصی دے
نہ کہتا پھروں چارسو مخلصی دے　　گلوے تعلق کو تو مخلصی دے
دباتا ہے طوقِ گریبان دنیا

یہ ڈر ہے کہیں دم نکل کر نہ چل دے　　دعا مانگنے کی نہ فرصت اجل دے
تسلی مجھے آج ہی بر محل دے　　الٰہی تو اپنے کرم سے بدل دے
مرا خطِ قسمت ہے عنوانِ دنیا

جہنم کا ڈر ہے یہ زندانِ عالم　　فنا کی خبر ہے یہ زندانِ عالم
عجب پر خطر ہے یہ زندانِ عالم　　صعوبت کا گھر ہے یہ زندانِ عالم
مصیبت کا رمنا یہ ایوانِ دنیا

نہ جاگیر و منصب نہ زر چاہتا ہوں　　نہ الماس و لعل و گہر چاہتا ہون
جہاں میں کوئی شئے اگر چاہتا ہوں　　ترے درد کا دل میں گھر چاہتا ہوں
نہیں مجکو درکار ارمانِ دنیا

یہی انفعال اور ندامت ہے کیا کم　　کہ بارِ معاصی سے ہے سر مرا خم
سدا چشم خون بار رہتی ہے پُر نم　　نہ رکھہ مجکو شرمندۂ اہل عالم
نہ رکھہ میری گردن پہ احسانِ دنیا

رہا طپش کی طرح سے اسکو بہی کر　　کہ قید بلا میں ہے حال اُس کا ابتر
سوا تیرے بیکس کا ہے کون یاور　　چہڑا تو ہی یارب کہ ہو جان مضطر
اسیرِ غم و رنج عصیانِ دنیا

